دوسرا مغرب میں انسانی زبان کے بتدریج خاتمے کے متعلق[1]۔

اس قسم کے مضمون اس لئے اور بھی ضروری ہیں کہ ہمارے یہاں جو لوگ دینی علوم جانتے ہیں وہ مغرب سے قرار واقعی آگاہی نہیں رکھتے۔

آپ کے مضمون نگار جن اصطلاحات کو از کار رفتہ سمجھتے ہیں، وہی تو اس دنیا میں یقینی چیز بن رہ گئی ہیں۔

دوسری بات مجھے یہ کہنی ہے کہ اگر آپ اسلامی علوم کو ایسی شکل میں پیش کرنا چاہتے ہیں جو آجکل کے لوگوں کی سمجھ کے مطابق ہو تو اوّل تو یہ کام صرف مجتہد کا ہے۔ دوسرے یہ کام فرانس کے چند مسلمان صوفی اتنی اچھی طرح کر چکے ہیں کہ ہم بڑے اطمینان کے ساتھ ان کی نقل کر سکتے ہیں۔ مگر افسوس یہ ہے کہ دنیا بھر کے مسلمان ان حضرات کے ناموں تک سے واقف نہیں، حالانکہ مستشرقین کو قابل استناد سمجھتے ہیں۔ شاہ ولی اللہ اکیڈمی کو کم سے کم ایسی کتابیں اپنے کتب خانے میں جمع کر لینی چاہئیں۔ دس بارہ کتابوں کا ترجمہ تو انگریزی میں بھی ہو چکا ہے۔ مثلاً Rene Gnenon اور Frithj of Schnon کی کتابیں ہیں۔

امید ہے کہ میری یہ معروضات آپ کو ناگوار نہیں گزریں گی۔ اگر خدا نے مدد کی تو آپ کے رسالے کے لئے کچھ لکھوں گا۔

محمد حسن عسکری

کشمیر روڈ، کراچی

مکرمی ......

شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ کا فکر اور ان کا مشن ملت اسلامیہ کا قیمتی سرمایہ ہے جس کی اشاعت اور حکیمانہ پیغام کو عام فہم انداز میں پیش کرنے کا جو مقصد ادارہ کی طرف سے ظاہر کیا گیا ہے اس سے ہمارے علمی حلقوں میں انشراح اور انبساط کا اظہار قدرتی امر ہے۔

اس سلسلے میں میں ایک دردناک حقیقت کے طرف دینی اداروں کے سرپرستوں کو "الرحیم" کی وساطت سے متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔ امید ہے کہ دینی اداروں کے "سربراہ" خوگر حمد سے تھوڑا سا گلہ بھی سن لیں گے۔ آج اس صدی کے گزشتہ نصف اوّل پر ایک اجمالی نگاہ ڈال لیں۔ تو ہمیں نظر آئے گا کہ

[1] غلطی سے نام رہ گئے ہیں۔

وہ دور ہماری نشاۃ ثانیہ کا روح پرور دور تھا۔ جس میں ہر طبقہ میں ہمیں ایسی باکمال اور برگزیدہ شخصیتیں نظر آتی ہیں جنہوں نے ہماری اجتماعی زندگی کے ہر شعبہ کو متاثر کیا تھا اور غیر منقسم ہند میں اسلامی علوم۔ اور کلچر کی رفتار ترقی کو تیز تر کر دیا تھا چنانچہ ایک طرف مولانا شبلی، مولانا ابوالکلام آزاد، امام انقلاب مولانا عبیداللہ سندھی حضرت انور شاہ کشمیری، مولانا سید سلیمان ندوی مولانا امروٹی اور مولانا کفایت اللہ وغیرہم تھے۔ اور دوسری طرف جدید تعلیم یافتہ طبقے میں علامہ اقبال، مولانا محمد علی۔ مولانا حسرت موہانی اور علامہ مشرقی ہیں جنہوں نے علم و فن، ادب و شعر، تہذیب و ثقافت میں بڑے گہرے نقوش چھوڑے۔ اور ہمارے فکر و تخیل میں بھی عظیم انقلاب پیدا کر دیا لیکن ان کے بعد اب ان کی جگہیں یکسر خالی ہیں۔ مجھے بتایا جائے کہ ہماری نئی نسل میں وہ شخصیتیں تو دور رہیں لیکن کیا ان سے ملتی جلتی شخصیتیں پیدا ہونے کی بھی کوئی توقع ہے جو صرف ان کی روایات حسنہ کو ہی باقی اور برقرار رکھ سکیں۔ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اس سوال کا جواب اثبات میں نہیں ملے گا۔

یہاں اور شعبوں کے متعلق کچھ کہنا نہیں۔ البتہ علوم اسلامیہ و دینیہ کے بارے میں عرض کروں گا کہنے کو تو مدارس عربیہ آج ملک کے گوشے گوشے میں ہیں۔ جہاں مجموعی اعتبار سے ہزاروں طلبہ تعلیم پا رہے ہیں اور قوم کا لاکھوں روپیہ خرچ ہو رہا ہے لیکن حال یہ ہے کہ اس کے باوجود ان علوم کے ماہرین کا روز بروز قحط ہوتا جاتا ہے۔ یوں تو ہمارے مدارس کے فارغ التحصیل اور سند یافتہ حضرات آج ملک کے اکناف و اطراف میں پھیلے ہوئے ہیں لیکن ان میں کتنے ہیں، جن میں حقیقتاً علمی ذوق ہو۔ مطالعہ کا شوق ہو۔ وہ مسائل پر تحقیقی نظر رکھتے ہوں۔ اور کتب درسیہ کی بند کوٹھری سے باہر آکر اسلامی علوم و فنون کی غیر درسی کتابوں سے بھی کوئی واسطہ یا رابطہ رکھتے ہوں۔

اس میں شبہ نہیں کہ انہیں لوگوں میں بڑی اچھی استعداد رکھنے والے بھی ہیں لیکن بدقسمتی سے ہمارا ماحول ایسا بن گیا ہے کہ یہ لوگ اپنی استعداد سے کام لیکر نہ اپنے اوقات کو علمی تحقیق و تفتیش میں صرف کر سکتے ہیں اور نہ وہ علمی ذوق کو پروان چڑھا سکتے ہیں۔ اگر کوئی مدرس ہے تو اسے دن بھر میں آٹھ آٹھ نو نو مختلف مضامین کے سبق پڑھانے ہوتے ہیں، پھر چونکہ تنخواہ کم ہوتی ہے اس بنا پر اسے اخراجات پورا کرنے کے لئے درس کے علاوہ ٹیوشن، کسی مسجد کی امامت یا کوئی اور دھندا کرنا

پڑتا ہے۔ ظاہر ہے ایسا مصروف شخص اتنا وقت کہاں سے لا سکتا ہے کہ وہ غیر درسی کتابوں کا مطالعہ بھی جاری رکھ سکے۔

علمی انحطاط و تنزل کی یہ رفتار بہت ہی خطرناک ہے۔ اگر اس کی فوری اصلاح نہ کی گئی تو ممکن ہے ایک وقت ایسا آجائے کہ ہمارے اسلاف کرام کے علمی خزانے تاریخ کا ایک گم شدہ ورق ہو کر رہ جائیں اور کوئی بھی ایسا نہ ہو جو ان کے نام سے بھی آشنا ہو، لاریب ایسا دن ہماری قوم اور ملت کی تہذیب کی موت کا دن ہوگا اور ایک قوم کی تہذیب اور علمی سرمایہ کی موت خود اس قوم کی موت ہے۔ اس بنا پر شاہ ولی اللہ اکیڈمی کے ارکان اور دوسرے دینی اداروں کے سربراہ حضرات کا فرض ہے کہ وہ اس طرف متوجہ ہوں اور قبل اس کے ہم پر تباہی مسلط ہو، ہم اس سے تحفظ کا سروسامان کرلیں ورنہ ؎

ڈر ہے کہیں یہ نام بھی مٹ جائے نہ آخر
مدت سے اسے دورِ زماں میٹ رہا ہے

راقم الحروف کو سندھ کے اکثر مدارس میں جانے کا اتفاق ہوا ہے۔ بعض مدارس میں بحیثیت ایک ممتحن کے بھی گیا ہوں اور اس طرح مجھے قابل ذکر مدارس دینیہ کے ممتاز اساتذہ سے ملنے اور اس بارے میں گفت گو کرنے کا شرف بھی حاصل ہوا ہے۔ میں نے اپنا یہ عندیہ بارہا سندھی اور اردو اخبارات میں بھی ظاہر کیا ہے۔ اس کی وجہ سے مجھے مدارس کے مہتمم اور اساتذہ کی طرف سے مدح و ذم سننے کا بھی سابقہ پڑا ہے لیکن تا حال مدارس میں کسی قسم کی گرمی یا ولولہ کا دُور دُور تک کوئی نشان نہیں ملتا۔

پچھلے کئی سالوں سے "وفاق المدارس" کے نام سے دینی اداروں کی تنظیم بھی عمل میں آئی ہے۔ لیکن وہ تنظیم بس برائے نام ہے۔ وفاق نے بھی اس ضمن میں اب تک کوئی قابل قدر یا حوصلہ افزا قدم نہیں اٹھایا ہے حالانکہ اس وفاق میں مولانا سید محمد یوسف بنوری، مولانا خیر محمد، مولانا شمس الحق افغانی اور مولانا مفتی محمد شفیع جیسے متبحر عالم موجود ہیں۔ جو اگر چاہیں تو بہت کچھ کر سکتے ہیں۔ مجھے وفاق کے ایک جلسہ میں بھی حاضری کا شرف حاصل ہوا ہے مگر افسوس ہے کہ مجھے وہاں کسی خوش آیند

مستقبل کا کوئی سراغ نہیں ملا۔

حال ہی میں انھوں نے مولانا غلام مصطفےٰ صاحب قاسمی کو نصاب کمیٹی میں شامل کیا ہے۔ ممکن ہے مولانا قاسمی صاحب کی مساعی سے یہ وفاق کوئی جاندار پروگرام مرتب کر سکے میرے نزدیک اگر وفاق مولانا افغانی، مولانا بنوری، مولانا مفتی محمد شفیع، مولانا احتشام الحق۔ اور مولانا قاسمی وغیرہم پر مشتمل اسلامی تحقیقات کا کوئی مستقل شعبہ قائم کرے تو اس کے نتائج خاطر خواہ برآمد ہو سکتے ہیں۔ ایک ایسا شعبہ جس میں اسلامی علوم و فنون کی مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کتابوں کا بڑے سے بڑا ذخیرہ فراہم کیا جائے اور فارغ التحصیل طلبہ میں سے دو چار ہونہار ذہین محنتی اور صاحب ذوق طلبہ کا انتخاب کر کے ان سے کسی بڑے عالم اور محقق کی نگرانی میں اس میں کام کرایا جائے۔ اس میں ہر طالب علم کو کم از کم سو روپیہ ماہوار وظیفہ دیا جائے اور اس کے ذوق اور صلاحیت کیمطابق کسی ایک موضوع کا انتخاب کر کے اس پر اس سے ریسرچ کرائی جائے اور اس شعبہ میں کام کرنے کی مدت کم از کم تین سال رکھی جائے۔ اس کے علاوہ اس کی بھی ضرورت ہے کہ سال میں مدارس عربیہ کا کسی جگہ پر ایک سیمینار کیا جائے جس میں مختلف علوم و فنون کے ماہر اساتذہ شریک ہو کر مختلف مباحث پر لیکچر دیں۔ بحث و مباحثہ اور مذاکرہ کریں اور اس طرح طلبہ میں علمی ذوق کی تربیت اور اس کی آبیاری کریں۔ یہ کام مدرسہ مظہر العلوم، جامعہ اسلامیہ نیوٹاؤن کراچی دار الفیوض الہاشمیہ سجاول، اشرف العلوم ٹنڈوالہ یار، خیر المدارس ملتان اور دار الہدیٰ ٹھیڑی کے اکابر آسانی سے کر سکتے ہیں۔

میرے خیال میں اس کام کو لازمی طور پر ہونا چاہیئے۔ مولانا بنوری، مولانا حاجی عبداللہ سجاولی، مولانا مفتی محمد شفیع، مولانا احتشام الحق تھانوی، مولانا خیر محمد اور مولانا افغانی کی ادنیٰ توجہ اور دلچسپی سے اس کام کا سرانجام پا جانا چنداں مشکل نہیں۔ خدانخواستہ اگر یہ نہ کیا گیا تو مدارس کی یہ زبوں حالی ایک بدتر مستقبل کی نشاندہی کرتی ہے۔ جب کہ ان کے طلبہ اور اساتذہ کو دیکھ کر بے اختیار یہ شعر زبان پر آجایا کرے گا

اے جسم محترم وہ تری روح کہاں ہے
اے تعزیہ تو کس کے جنازہ کا نشاں ہے

الدورایہ بردہی۔ مدرسہ مظہر العلوم کھڈہ کراچی